قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (آل عمران: 74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

ہفتہ یکم فروری 2020ء | 6 جمادی الثانی 1441 ہجری قمری | جلد: 2 | شمارہ: 28

ارشاد باری تعالیٰ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

(البقرہ:122)

ترجمہ: وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی درآنحالیکہ وہ اس کی ویسی ہی تلاوت کرتے ہیں جیسا کہ اس کی تلاوت کا حق ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو (درحقیقت) اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اور جو کوئی بھی اس کا انکار کرے پس وہی ہیں جو گھاٹا پانے والے ہیں۔

فرمان خلیفہ وقت

قرآن کریم پڑھنے کی تاکید

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

”قرآن کریم کی اہمیت، اس کے مقام، اس پر عمل کرنے کی ضرورت اور کس طرح عمل کرنا ہے، کن لوگوں کے لئے یہ زندگی پیدا کرنے کا ذریعہ بنتا ہے، انسانی زندگی پر اس کے کیا اثرات ہیں، غرض کہ بے شمار باتیں ہیں جن کی تفصیل ہمیں اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں بتائی ہے۔ اس لئے کہ نہ صرف ہم اس عظیم شرعی کتاب پر عمل کرکے اپنی روحانی، دینی، اخلاقی ترقی کا سامان کریں بلکہ دنیاوی ترقی کے بھی سامان کریں... میں نے جائزہ لیا ہے ہم میں سے ...بہت سے ایسے ہیں، بڑی تعداد ایسی ہے جو... قرآن کریم کا حق ادا کرنے کی کوشش نہیں کرتے... مطلب یہ ہے کہ جس توجہ سے پڑھنا چاہئے اس طرح نہیں پڑھتے۔ اگر پڑھا بھی تو بے دلی سے تھوڑا سا پڑھ لیا۔ تو بہرحال اس طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے... پس اس کا پڑھنا اور پڑھ کر سمجھنا ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ ہدایت دلائل کے ساتھ ہے۔ تم لوگوں کو صرف یہ حکم نہیں دے دیا کہ تم اس کو پڑھو، اس میں ہدایت ہے بلکہ ہر ہدایت کی دلیل دی گئی ہے۔ اس کو سمجھو، پڑھو اور اپنے اوپر لاگو کرو کیونکہ دلائل کے ساتھ سمجھی ہوئی بات پر عمل دل کی گہرائی سے ہوسکتا ہے، حقیقی رنگ میں ہوسکتا ہے، اس ہدایت کی روح کو سمجھتے ہوئے ہوسکتا ہے... اور پھر یہ بھی اعلان فرمایا کہ اس میں فرقان بھی ہے۔ ایسے ٹھوس اور بیّن دلائل ہیں جو حق اور باطل میں فرق کردیتے ہیں۔ اس پر عمل کرنے والا بھی دوسروں سے مختلف نظر آتا ہے۔“ (خطبہ جمعہ مورخہ 11 جولائی 2014ء)

فرمانِ رسول ﷺ

قرآنِ کریم اور اس کی تعلیم پر عمل کی تلقین

ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ فرماتے ہیں:

”اپنے گھروں میں کثرت سے تلاوتِ قرآن کریم کیا کرو۔ یقیناً وہ گھر جس میں قرآن نہ پڑھا جاتا ہو اس میں خیر کم اور شر زیادہ ہو جاتا ہے اور وہ گھر اپنے رہنے والوں کے لئے تنگ پڑ جاتا ہے۔“

(کنزالعمال حدیث نمبر:41496)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

قرآن کریم دلائل کے ساتھ نیکیوں کی رغبت دلاتاہے

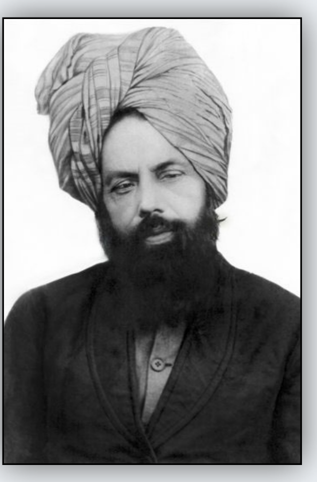

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”آج رُوئے زمین پر سب الہامی کتابوں میں سے ایک فرقان مجید ہی ہے کہ جس کا کلامِ الٰہی ہونا دلائل قطعیہ سے ثابت ہے۔

جس کے اصول نجات کے بالکل راستی اور وضع فطرتی پر مبنی ہیں۔ جس کے عقائد ایسے کامل اور مستحکم ہیں جو براہین قویہ ان کی صداقت پر شاہد ناطق ہیں جس کے احکام حق محض پر قائم ہیں جس کی تعلیمات ہریک طرح کی آمیزش شرک اور بدعت اور مخلوق پرستی سے بکلی پاک ہیں جس میں توحید اور تعظیم الٰہی اور کمالات حضرت عزت کے ظاہر کرنے کے لئے انتہا کا جوش ہے جس میں یہ خوبی ہے کہ سراسر وحدانیت جنابِ الٰہی سے بھرا ہوا ہے اور کسی طرح کا دھبہ نقصان اور عیب اور نالائق صفات کا ذاتِ پاک حضرت باری تعالیٰ پر نہیں لگاتا اور کسی اعتقاد کو زبردستی تسلیم کرانا نہیں چاہتا بلکہ جو تعلیم دیتا ہے اس کی صداقت کی وجوہات پہلے دکھلا لیتا ہے اور ہر ایک مطلب اور مدعا کو حجج اور براہین سے ثابت کرتا ہے۔ اور ہریک اصول کی حقیت پر دلائل واضح بیان کرکے مرتبہ یقین کامل اور معرفت تام تک پہنچاتا ہے۔ اور جو جو خرابیاں اور ناپاکیاں اور خلل اور فساد لوگوں کے عقائد اور اعمال اور اقوال اور افعال میں پڑے ہوئے ہیں۔ ان تمام مفاسد کو روشن براہین سے دور کرتا ہے اور وہ تمام آداب سکھاتا ہے کہ جن کا جاننا انسان کو انسان بننے کے لئے نہایت ضروری ہے اور ہریک فساد کی اسی زور سے مدافعت کرتا ہے کہ جس زور سے وہ آج کل پھیلا ہوا ہے اس کی تعلیم نہایت مستقیم اور قوی اور سلیم ہے گویا احکام قدرتی کا ایک آئینہ ہے اور قانونِ فطرت کی ایک عکسی تصویر ہے اور بینائی دلی اور بصیرتِ قلبی کے لئے ایک آفتابِ چشم افروز ہے۔“ (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد1 ص81)

اس شمارہ میں

ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی عائلی زندگی
نماز کی فرضیت، اہمیت اور برکات
تلاوت قرآن کریم کی اہمیت
تعلیم الاسلام کالج کی چند حسین یادیں
سلطنت عمان اور عربوں کی یادیں

دربارِ خلافت

عبادت میں خشوع و خضوع اور عاجزی و انکساری

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’یقیناً مومن کامیاب ہو گئے۔ وہ جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں۔ ان آیات میں سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ کہہ کر مومنوں کی کامیابی کی یقینی خوشخبری عطا فرمائی ہے۔ لیکن کون سے مومن؟ ان کی بہت سی شرائط اگلی آیتوں میں بیان فرمائی ہیں کہ ان شرائط کے ساتھ زندگی گزارنے والے مومن ہی فلاح پانے والے ہیں اور ان شرائط میں سے یا اُن اوصاف میں سے جن سے ایک مومن کو متصف ہونا چاہئے، پہلی خصوصیت یا حالت یہ ہے کہ وہ فِیۡ صَلَاتِہِمۡ خٰشِعُوۡنَ اپنی نمازوں میں خشوع دکھانے والے ہیں۔ ’’خاشع‘‘ کے عام معنی یہی کئے جاتے ہیں کہ نماز میں گریہ و زاری کرنے والے۔ لیکن اس کے اَور بھی معنی ہیں اور جب تک سب معنی پورے نہ ہوں ایک مومن کی حقیقی معیار کی حالت پیدانہیں ہوتی۔ اور لغات کے مطابق خشوع کے یہ معنی ہیں کہ انتہائی عاجزی اختیار کرنا۔ اپنے آپ کو بہت نیچے کرنا۔ اپنے نفس کو مٹا دینا۔ تذلل اختیار کرنا۔ اپنے آپ کو کمتر بنانے کے لئے کوشش کرنا۔ نظریں نیچی رکھنا۔ آواز کو دھیما اور نیچارکھنا۔پس دیکھیں اس ایک لفظ میں ایک حقیقی مومن کی نماز اور عبادت کا کیسا وسیع نقشہ کھینچا گیا ہے اور جو انسان خداتعالیٰ کے آگے اپنی عبادتوں کے یہ معیار حاصل کرنے کے لئے جھکے گا، اپنی عاجزی کو انتہا پر پہنچانے والا ہو گا، اپنے نفس کو خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے مٹانے والا ہو گا اور جو دوسری خصوصیات بیان کی گئی ہیں ان کو اپنانے والا ہو گا تو پھر وہ جہاں خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے والا ہو گا وہاں وہ اس طرف بھی توجہ دے گا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق مخلوق کا بھی حق ادا کرنا ہے اور پھر یہ نمازیں اس کے دنیاوی معاملات سلجھانے والی بھی بن جائیں گی...اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے والے اور فلاح والے اپنی عاجزی انکساری کی انتہا کو پہنچنے کے باوجود، لغویات سے پرہیز کرنے کے باوجود، اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے باوجود، اپنی عصمتوں کی حفاظت کرنے کے باوجود، اپنے عہدوں کو پورا کرنے کے باوجود، اپنی عبادتوں کے حق ادا کرنے کے باوجود، اپنی نمازوں کے حق ادا کرنے کے باوجود اور ان کی حفاظت کرنے کے باوجود پھر بھی یہی کہتے ہیں کہ اے اللہ! ہمیں اپنے فضلوں کی چادر میں ڈھانپ لے کہ اس کے بغیر ہم کچھ نہیں ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کا فضل ہی ہے جو انسان کی مسلسل کوشش کو جو وہ اس کی رحیمیت کو جذب کرنے کے لئے کرتا ہے قبولیت کا درجہ دیتا ہے۔ یعنی رحیمیت کو جذب کرنے کی کوشش جو ہے وہ مسلسل رہے تو اللہ تعالیٰ کے فضل حاصل ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی وجہ سے انسان قبول کیا جاتا ہے اور انجام اس کا بہترین نکلتا ہے۔پس اس نکتے کو ایک حقیقی مومن کو ہمیشہ سامنے رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے بیشک یہ فرما دیا کہ مومن فلاح پا گئے جو یہ یہ کام کرتے ہیں لیکن اس فلاح کو اپنی زندگی کا حصہ بنانے کے لئے ہر ترقی اور ہر فضل جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتے ہیں اسے اپنی کسی کوشش کا نتیجہ نہ سمجھیں بلکہ ہر ترقی کے بعد سمجھے کہ میں نے کچھ بھی نہیں کیا۔ اگر یہ مادہ پیدا ہو جائے تو ترقی ہوتی چلی جائے گی ورنہ اس نطفے کی طرح جو رِحم میں جا کر مکمل پرورش نہیں پاتا اور چند ہفتوں کے بعدنکل کر ضائع ہو جاتا ہے، ہمارا عمل بھی اللہ تعالیٰ کے فضل کو عارضی طور پر جذب کرنے کے بعد اپنے کسی بد عمل سے ناکارہ ہو کر ضائع ہو سکتا ہے اور ہو جاتا ہے... تو اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کرنے کے لئے مسلسل عاجزی اور اللہ تعالیٰ کا خوف ہے جو ہر ایک کو اپنے سامنے رکھنا چاہئے۔ ہر حقیقی مومن کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کے نماز شروع کرنے اور ختم کرنے میں ایک واضح فرق ہو۔ اگر نماز شروع کرنے سے پہلے اس میں کوئی اَنا یا تکبر کا حصہ تھا بھی تو نماز ختم کرتے وقت اس کا دل ان چیزوں سے پاک ہونا چاہئے۔ اسی طرح باقی عبادتیں ہیں۔ ہر عبادت کا خاتمہ اس کے تکبر کا خاتمہ اور تذلل کا اختیار کرنا ہو۔ اپنے روزمرہ معاملات میں ایک دوسرے سے سلوک اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے دل میں عاجزی کی حالت لئے ہوئے ہو۔ پس عبادتیں ہمیں جھکائے چلی جانے والی ہونی چاہئیں تا کہ خدا تعالیٰ کی رحیمیت اس کو ہر وقت تازہ اور صحت مند پھلنے پھولنے والے پھل لگاتی رہے۔ ہردن ہمیں اپنی کمزوریوں کی نشاندہی کرواتے ہوئے خدا تعالیٰ کے فضل کو بڑھانے والا بنائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ استغفار کرتے رہنے والا بنائے۔ ہماری ہر نیکی اگر خدا تعالیٰ کی نظر میں نیکی ہے تو خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کا ذریعہ ہو۔ ہم میں سے ہر ایک ان لوگوں میں شامل ہو جائے جو خدا تعالیٰ کی نظر میں فلاح پانے والے ہوں۔(آمین)‘‘

چار دربارِ خلافت

ممکن نہیں الفاظ میں خوبی سے بیاں ہو
وہ فیض جو دربارِ خلافت سے ملا ہے
شامل ہے مرے خون میں اس در کی محبت
سرمایہ یہ ماں باپ سے ورثے میں ملا ہے
خوش قسمت ہوں دیکھے ہیں چار عہد خلافت
احقر پہ خدا تعالیٰ کا احسان بڑا ہے
جب آنکھ کھلی راج تھا فرزند مسیحؑ کا
دیکھا کہ ہر اک فرد خلیفہ پہ فدا ہے
ملتی تھی ہمیں اُن سے سگے باپ کی شفقت
درویش کے بچوں کو یہ اعزاز ملا ہے
صد شکر کہ خود مصلح موعودؓ سے میں نے
درسِ قرآن قصرِ خلافت میں سنا ہے
ہے یاد وہ عرفان سے بھرپور خطابت
لگتا تھا کہ بندے میں خدا بول رہا ہے
ملتی ہیں مجھے حضرتِ ناصرؒ کی دعائیں
مجھ پر جو عنایات ہیں سب اُن کی عطا ہے
یاد آتے ہیں جیسے کہ کوئی ماں کو کرے یاد
اک میٹھا تبسم مری آنکھوں میں بسا ہے
اک خاص تعلق تھا عقیدت کا وفا کا
جو دل کے نہاں خانے کا اک حصہ رہا ہے
خود سب سے محبت پہ عمل کر کے دکھایا
نفرت کو مٹانے کا ہمیں درس دیا ہے
میں حضرت طاہرؒ کا کروں ذکر تو کیسے
الفاظ نے ہیجان کا کب ساتھ دیا ہے
میرے تو مہ و سال کچھ اس حال میں گزرے
لگتا تھا کہ اُس شخص نے جادو سا کیا ہے
وہ حوصلہ افزائی سے کرواتے تھے سب کام
یہ سچ ہے کہ میں کچھ نہیں،سب اُن کی دعا ہے
بخشا مجھے تحریر کے شہزادے نے اک پین
اک جہد مسلسل کا جو ہتھیار بنا ہے
کچھ خط ہیں جو خود دستِ مبارک سے لکھے تھے
قیمت مرے مخزن کی جواہر سے سوا ہے
راضی ہو خدا اُن سے ملے قربِ الٰہی
قدموں میں جگہ پاؤں ، وہاں میری دعا ہے
مولا نے ہمیں بخشا ہے اب پانچواں مظہر
دل کو مرے خود ان کی محبت سے بھرا ہے
وہ نور ہے چہرے پہ نگاہیں نہیں ٹکتیں
یہ کیوں نہ ہو اللہ تو خود ساتھ کھڑا ہے
سونپا ہے قلم وارثِ سلطانِ قلم نے
اور ساتھ اشاعت کا بھی کچھ کام دیا ہے
مجھ جیسی گنہگار پہ اکرام کی بارش
یہ سارا خلافت سے محبت کا مزا ہے
پانا ہے اگر کچھ تو اطاعت سے ملے گا
پہلوں سے سبق سیکھا ہے نسلوں کو دیا ہے
جاری ہیں مری آنکھوں سے شکرانے کے آنسو
ہر ذرۂ تن حمدِ الٰہی میں جھکا ہے

امۃ الباری ناصر

نعیم انجم

ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی عائلی زندگی

پیغمبر اعظم ﷺ کی زندگی قیامت تک کی نسلوں کے لئے بہترین نمونہ ہے۔ آپ ﷺ کی ذاتِ با برکات میں اللہ تعالیٰ نے وہ تمام اوصاف بدرجۂ اتم شامل کردیئے تھے جو ایک کامل انسان کے وجود میں تصور کئے جا سکتے ہیں اور جو تخلیقِ آدم کے وقت ذاتِ باری تعالیٰ کی منشاَ کا مصداق تھے۔ جس کی بناء پر خالقِ کائنات نے فرشتوں کو سجدہ ریز ہونے کا حکم دیا تھا اور جن کی بدولت آپ حبیبِ خدا ٹھہرے ۔

مصروف دنیوی زندگی گزارنے والوں کو بے شمار چیلنجز درپیش ہوتے ہیں اور ان سے نبرد آزما ہوتے ہوئےوہ گھریلو امور سے لاتعلق ہونے پر مجبور ہوتے ہیں اور عائلی زندگی کے معاملات ان کے لئےثانوی سے بھی نیچے کی سطح پر چلے جاتے ہیں۔خانگی فرائض کی بجاآوری ان کے شایان شان نہیں رہتی۔ دوسری جانب جب ہم تاریخ عالم کے مصروف ترین شخص کو دیکھتے ہیں تو حیرت زدہ رہ جاتے ہیں کہ وہ انسانِ کامل جس کے کندھوں پر دنیا کے سب سے بڑے انقلاب کی ذمہ داری ہے اور جس کی ذمہ داری خود خالق کائنات نے مقرر کی اور جس کی خاطر دنیا کا نظام ترتیب دیا گیا ،اپنی عائلی زندگی کی چھوٹی چھوٹی جزیات میں بھی کمال نمونہ پیش کرتا ہےجو قیامت تک کی آنے والی نسلوں کے لئے کامیاب خانگی زندگی کا معیار اور پیمانہ ہے۔کسی بھی انسان کی زندگی کے دو نمایاں پہلو ہوتے ہیں۔ایک ظاہری معاشرتی زندگی اور دوسری مخفی عائلی زندگی۔عموماً معاشرے میں کلیدی حیثیت کے حامل افراد کی عائلی زندگی کا بڑا حصہ عوام الناس سے مخفی رہتا ہے مگر ختم الرسلؐ کی زندگی کا کوئی پہلو بھی دنیا سے مخفی و پوشیدہ نہیں ہے۔ آپ ﷺ کی ساری زندگی ایک کھلی کتاب ہے تاکہ نوع انسان کے لئے ہر قسم کے معاملات میں عملی رہنمائی کے تقاضوں کو پورا کیا جا سکے۔

یہاں میں ایک اور تصور کی اصلاح بھی ضروری خیال کرتا ہوں کہ انبیاءعلیہم السلام مافوق الفطرت قویٰ کے ساتھ مبعوث ہوتے ہیں اور ان کی ازواج معاشرے کی چنیدہ اور آئیڈیل خواتین ہوتی ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ انبیاء بھی انہی انسانی قویٰ کے حامل ہوتے ہیں جو تمام انسانوں کے لئے خاص ہیں۔ اور ان کی ازواج بھی عمومی نسوانی مزاج اور جذبات رکھنے والی اور عام عورتوں کی طرح خوبیوں اور خامیوں کا مرقع ہوتی ہیں۔ لہٰذا وہ اپنی ازدواجی زندگی میں ہر طرح کے رویّوں کا مظاہرہ کرتی ہیں۔ اپنے حقوق کے لئے آواز بھی بلند کرتی ہیں، زیادتیوں کا شکوہ و شکایت بھی کرتی ہیں، زیادہ توجہ کا تقاضا بھی کرتی ہیں، اپنی بات منوانے کے لئے بحث و مباحثہ بھی کرتی ہیں، ناز و انداز بھی دکھاتی ہیں اور غصّہ و تُند مزاجی کا مظاہرہ بھی کرتی ہیں۔ ایسے ہی تاجدارِ انبیاءکی ازدواجی زندگی بھی تلخ و شیریں حقائق سے عبارت تھی ۔آپؐ ہر طرح کے گھریلو معاملات سے گزرے اور نہ صرف خوش اسلوبی کامظاہرہ کیا بلکہ ہر معاملے میں خود کوافضل النّاس ثابت کیا اور رہتی دنیا تک قابل تقلید نمونہ قائم کیا۔

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام فرماتے ہیں۔

’’رسول اللہ ﷺ ساری باتوں کا کامل نمونہ ہیں۔آپؐ کی زندگی کو دیکھو کہ آپؐ عورتوں کے ساتھ کیسی معاشرت کرتے تھے۔ میرے نزدیک وہ شخص بزدل اور نامرد ہے جو عورت کے مقابلے میں کھڑا ہوتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی پاک زندگی کو مطالعہ کرو تا تمہیں معلوم ہو کہ آپ ایسے خلیق تھے باوجودیکہ آپ بڑے بارعب تھے لیکن ایک ضعیفہ عورت بھی آپ کو کھڑا کرتی تو آپ اس وقت تک کھڑے رہتے جب تک وہ اجازت نہ دے۔‘‘

(الحکم جلد 5 نمبر 13)

نبی کریم ﷺ کی عائلی زندگی ایسی بے شمار مثالوں سے مزیّن ہے جو آپؐ کو بہترین خاوند اور بہترین باپ کے درجہ پر فائز کرتی ہیں۔ آپؐ کا فرمان ہے :

خَیۡرُکُمۡ خَیۡرُکُمۡ لِاَھۡلِہٖ وَاَنَا خَیۡرُکُمۡ لِاَھۡلِی

تم سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل کے لئے بہتر ہے اور میں تم میں سے اپنے اہل کے لئے بہترین ہوں۔

آپؐ کی زندگی میں کل 11ازواج مطہرات رضوان اللہ عنہما رہیں اور ایک وقت میں 9 ازواج کا ساتھ رہا۔ نبوت سے قبل آنحضورؐ کا پہلا نکاح حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے ساتھ اس وقت ہوا جب آپ ﷺ کی عمر 25 برس تھی جبکہ حضرت خدیجہؓ 40 برس کی بیوہ تھیں۔ مکّہ کی اس صاحبہ ثروت اور دانا خاتون کے پیغام نکاح کا باعث آپؐ کا اعلیٰ کردار ایمانداری اور آپ کا سعید فطرت ہونا تھا۔ عین عنفوان شباب میں خود سے 15 برس بڑی بیوہ خاتون سے شادی اور پھر اپنی جوانی کے 25 برس صرف اس پاکیزہ خاتون سے نباہ ان لوگوں کے الزامات کا مدلّل جواب ہے جو الزام لگاتے ہیں آنحضورؐ کی کثرت ازواج نعوذباللہ آپ کے جذبات کے غلبہ کی عکاس ہے۔ ان کے لئے یہ حقیقت کافی ہے کہ جوانی کا دور جس میں انسان کے جذبات عروج پر ہوتے ہیں، آپؐ نے وہ بہترین 25 سال ایک بیوہ کی رفاقت میں گزار دیئے اور یہ بھی نہیں کہ آپ نے ایسا کسی مجبوری کے تحت کیا ہو بلکہ اپنی ازواج میں سے سب سے زیادہ محبت آپؐ حضرت خدیجہ ہی سے کرتے تھے اور ان کی زندگی میں آپؐ نے کوئی دوسرا نکاح نہیں کیا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سے آپ کی والہانہ محبت کا اظہار اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ اپنی زوجہ اوّل کی وفات کے بعدجب بھی آنحضورؐ کسی جانور کی قربانی کرتے تو سب سے پہلے گوشت کا حصہ حضرت خدیجہؓ کی سہیلیوں کو بھجواتے اور آپؓ کے اقربا میں سے جب کوئی ملنے آتا تو حضور اکرم ﷺ بڑی تکریم سے پیش آتےاور بے حد خاطر مدارت کرتے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حسب معمول حضور ﷺ نے حضرت خدیجہؓ کی تعریف کرنا شروع کر دی۔اس پر مجھے رشک آیا میں نے کہا : ’’یا رسول اللہ ﷺ ! وہ ایک بڑھیا بیوہ عورت تھیں ان کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو آپ سے بہتر بیوی عطا کی۔‘‘ یہ سن کر حضور ﷺ کا چہرہ مبارک غصے سے سرخ ہو گیااور فرمایا:

’’اللہ کی قسم مجھے خدیجہ سے اچھی بیوی نہیں ملی، وہ ایمان لائیں جب سب کافر تھے، اس نے میری تصدیق کی جب سب نے مجھے جھٹلایا، اس نے اپنا زرومال مجھ پر قربان کردیا،جب دوسروں نے مجھے محروم رکھا، اور اللہ نے مجھے اس کے بطن سے اولاد دی۔‘‘

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ڈر گئی اور اس روز سے عہد کر لیا کہ آئندہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے بارے میں کبھی ایسا ویسا نہیں کہوں گی۔ حضوراکرم ﷺ کی تمام ازواج میں صرف حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی باکرہ تھیں باقی تمام حضور ﷺ سے شادی کے وقت بیوگان تھیں۔ آپؓ آنحضرتؐ کے رفیق خاص حضرت ابو بکرؓ کی بیٹی تھیں۔ آنحضورؐ نے اپنے اس دوست کی دلپزیری اور ان سے رشتہ اخوت مضبوط بنانے کی خاطر یہ شادی کی۔ازدواجی زندگی کے حوالہ سے معاندین ایک اعتراض نکاح کے وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی کم عمری کے بارے میں کرتے ہیں۔ اس بارے میں بعض ضعیف احادیث کے تحت یہ تصور قائم ہو گیا کہ شادی کے وقت حضرت عائشہؓ کی عمر 6 برس تھی اور شادی کے تین سال بعد جب رخصتی ہوئی تو آپ کی عمر 9 سال تھی۔ جب کہ بعض دیگر صحیح احادیث کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ شادی کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر کم ازکم 17 سال بنتی ہے۔اس حوالہ سے ایک روایت کے مطابق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دو بیویاں تھیں اور ان کے بطن سے 4بیٹیاں ہوئیں جو کہ سب کی سب دور جاہلیت یعنی نبوت سے قبل ہوئیں۔ حضور ﷺ کی بعثت 610 عیسوی میں ہوئی اور آپ ﷺ نے624 سن عیسوی میں ہجرت فرمائی۔ اس حساب سے اگر حضرت عائشہ کی پیدائش نبوت سے ایک سال قبل بھی ہوئی ہو تو بھی ہجرت کے وقت سیّدہ عائشہؓ کی عمر 14سال بنتی ہے اور آپ کی شادی ہجرت کے ایک یا دو سال بعد ہوئی یعنی شادی کے وقت آپؓ کی عمر کم از کم 15سال بنتی ہے جو کہ غلط العام تصور کے مقابلے میں بہت زیادہ ہے۔ حضرت عائشہؓ بتاتی ہیں کہ وہ اپنی بڑی بہن حضرت اسماءؓ سے 10سال چھوٹی ہیں اور ایک روایت کے مطابق حضرت اسماءؓ ایک سو برس کی عمر میں سن 73ہجری میں وفات پاگئیں۔ اس کے مطابق ہجرت کے موقع پر حضرت اسماءؓ 27 سال کی تھیں لہٰذا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہجرت کے وقت حضرت عائشہؓ 17 برس کی تھیں اور شادی کے وقت ان کی عمر18 یا19 سال بنتی ہے۔ اس ضمن میں اور بھی شواہد ہیں جو کہ اس حقیقت کی تائید کرتے ہیں مگر طوالت کے ڈر سے انہی پر اکتفا کرتاہوں۔

اسلام میں کثرت ازواج کی اجازت ہے جس کی حدّ ایک وقت میں 4 شادیوں کی ہے مگر اس کے لئے کڑی شرط ہے کہ بیویوں کے درمیان عدل اور مساوات کا سختی سے خیال رکھا جائے اور اگر انسان عدل کے تقاضے پورے کرنے کا اہل نہ ہو تو وہ ایک سے زائد شادی کے بارے میں نہ سوچے۔ کم لوگ ہیں جو اس پیرائے میں اپنے آپ کو اہل پاتے ہیں۔ یہاں تو یہ عالم ہے کہ دو بیویوں کے درمیان عدل و انصاف کے تقاضے پورے کرنا مشکل ہوتا ہے اور کسی ایک بیوی کی جانب انسان کا فطری جھکاؤ گھر میں ناچاکی اور بے سکونی کا باعث بن جاتا ہے۔ خاوند کی بیرونی سرگرمیاں بُری طرح متاثر ہوتی ہیں، کاروباری معاملات چوپٹ ہو جاتے ہیں، اور سماجی روابط اور میل جول میں انحطاط آ جاتا ہے۔ ایسے میں 3 یا 4 ازواج کے ساتھ بیک وقت نباہ ایک عام انسان کے لئے کل وقتی چیلنج سے کم نہیں۔ ان حقائق کے تناظر میں جب ہم نبی کریم ﷺ کی عائلی زندگی پر نظر دوڑاتے ہیں تو حیرت ہوتی ہے کہ وہ ذات اقدسؐ جس نے دنیا کا سب سے بڑا انقلاب برپا کیا یقیناً اس کی گھر سے باہر کی مصروفیات بھی سب سے بڑھ کر تھیں اور عموماً ایسے انسان کے بارے میں تاثر یہی ہو سکتا ہے کہ اس کے لئے گھریلو اور خانگی امور خاطر خواہ اہمیت کے حامل نہیں ہوں گے کیونکہ اس دور اور آنے والے تمام ادوار کے انسانوں کی پیشوائی اور مسیحائی کی ذمہ داری کے سامنے ایک چھوٹے سے گھریلو یونٹ کی ذمہ داری چہ معنے، مگر آفرین ہے اس ذات اقدس کے جس نے اپنی عائلی زندگی کے ہر گوشے میں بنی نوع انسان کے لئے مثالی طرز عمل اور رہنمائی کے انمٹ نقوش چھوڑے جو رہتی دنیا تک ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔ آپ نے اپنی 11 ازواج مطہرات میں سے ہر ایک کے حقوق برابری اور انصاف کے تمام تر تقاضے پورے کرتے ہوئے اس طرح ادا کئے حالانکہ آپؐ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے مکلّف نہ تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ سورہ احزاب میں آپؐ سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ ’’ان(اپنی ازواج) میں سے جسے چاہیں دور رکھیں اور جسے چاہیں قریب رکھیں‘‘ مگر آنحضرتؐ نے باوجود اللہ کی طرف سے اس رخصت کے، عدل کو اختیار کیا اور تمام ازواج اس بات کی معترف رہیں۔

آپؐ نے اپنے قیام کے لئے ہر بیوی کے لئے باری مقرر کر رکھی تھی اور ہر ایک کو معلوم ہوتا تھا کہ کس دن آنحضورؐ کی باری کس خاتون کے ہاں ہے۔ اپنی بیویوں کے لئے آپؐ نے ساتھ ساتھ ایک جیسے چھوٹے چھوٹے گھر بنا رکھے تھے جنہیں حجرات کہا جاتا تھا۔ ہر حجرہ ایک کمرے اور ایک چھوٹے سے صحن پر مشتمل ہوتا تھا۔

روایت ہے کہ آنحضورؐ عصر کی نماز کے بعد باری باری ہر حجرے میں تشریف لے جاتے اور سلام کے بعد احوال دریافت کرتے اور جس زوجہ مطہر کے ہاں باری ہوتی وہاں قیام کر لیتے۔ ہاں بعض اوقات ازواجؓ اپنی رضامندی سے ایّام باہم بدل لیتی تھیں۔ حضوراکرمﷺ جب سفر پر روانہ ہوتے تو اپنے ہمراہ ایک زوجۂ مطہرہ کو لے جاتے اور اس کے لئے خود انتخاب نہ کرتے بلکہ انصاف کی خاطر قرعہ ڈالا جاتا اور جس کے نام کا قرعہ نکلتا اسے ہم سفر بننے کا شرف حاصل ہوتا اور کسی کو اعتراض کا موقع نہ ملتا۔

آنحضورﷺ کی کثیر الجہت بیرونی سرگرمیاں یقیناً تھکا دینے والی ہوا کرتی تھیں اور اس کے بعد گھریلو مسائل اور معاملات میں خندہ پیشانی اور خوش مزاجی کی توقع کم ہی ہو سکتی ہے لیکن حبیب خداﷺ گھر میں بچوں اور ازواج کے ساتھ مثالی حسن سلوک اور کمال شفقت سے پیش آتے تھے۔ ان کی ہر ضرورت کا خیال رکھتے اور گھر کے کاموں میں حصہ لیتے تھے۔ ایک موقع پر حضرت عائشہؓ سے کسی نے نبیؐ کریم کے گھر میں معمولات سے متعلق دریافت کیا آپؓ نے جواب دیا: آپؐ گھر کے کاموں میں مصروف رہتے ہیں اور نماز کے وقت مسجد میں چلے جاتے ہیں۔ ازواج مطہرات کے حوالے سے دیگر مختلف احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ اپنے کپڑوں کو پیوند لگا لیتے، جوتے گانٹھ لیتے، بکریاں دوہ لیتے، گھر کا سودا سلف لے آتے اور چارپائیاں کس لیتے تھے۔ آپؐ جب گھر میں داخل ہوتے تو بلند آواز میں سلام کہتے اور اگر گھر والے سوئے ہوتے تو خفیف آواز میں سلام کرتے۔

آنحضرتؐ کا اپنی ازواج کے ساتھ شفقت اور رواداری کا احوال دیکھئے کہ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ جب میری رخصتی ہوئی تو مجھ میں سنجیدگی نہیں تھی کبھی آٹا گوندھتی تو ڈھانپنا بھول جاتی اور میرا آٹا بکریاں کھا جاتیں لیکن آپﷺ نے کبھی غصہ نہیں کیا۔ ازواج کے ساتھ محبت کے اظہار کا انداز دیکھیں کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کہتی ہیں کہ کئی مرتبہ جس برتن سے میں پانی پیتی، اسی برتن سے آپؐ بھی پانی پیتے۔ اب ذرا سوچئے کہ ہم میں سے کتنے لوگ ہیں جو اپنی شریک حیات کی اس حد تک دلجوئی کرتے ہوں گے۔

آپ اپنے گھر والوں کے ساتھ مزاح سے بھی پیش آتے تھے اور ہلکے پھلکے انداز میں انہیں محظوظ کرتے تھے۔ آپ کی ازواج میں سے امّ المومنین حضرت سودہؓ بھاری جسم کی مالک تھیں، آپؐ ان کی نقل اتارتے ہوئے فرماتے: ’’سودہ تم یوں چلتی ہو۔‘‘

گھر کے اندر آپﷺ کی یہ دل لبھانے والی باتیں اور شیریں لہجہ آپ کی عائلی زندگی کو جنت نظیر بناتی ہیں اور ہمارے لئے ایک عملی نمونہ پیش کرتی ہیں۔ آپ ﷺ اپنے مشفقانہ قول و عمل سے ازواجِ مطہرات کو ہمیشہ خوش رکھتے اور ان کے مزاج شناس بھی تھے۔ آپ حضرت عائشہؓ سے فرماتے تھے کہ جب تم مجھ سے خوش ہوتی ہو تو بھی مجھے پتہ چل جاتا ہے اور جب ناراض ہوتی ہو تب بھی مجھے پتہ چل جاتا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے پوچھا یا رسولؐ اللہ وہ کیسے؟ آپؐ نے فرمایا: جب تم خوش ہوتی ہو تو قسم کھاتے ہوئے محمدؐ کے رب کی قسم کھاتی ہو اور جب ناراض ہوتی ہو تو ابراہیمؑ کے رب کی قسم کھاتی ہو۔ اس پر حضرت عائشہؓ کہتی ہیں: یا رسولؐ اللہ صرف زبان سے ہی آپ کا نام چھوڑتی ہوں۔ (صحیح بخاری کتاب النکاح)

بہت سے ایسے واقعات ہیں جو احادیث کے ذریعے ہم تک پہنچے ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ آپﷺ اپنی ازواج کا حد درجہ خیال رکھتے تھے، ان کے آرام و سکون کا خیال رکھتے، ان کا ہاتھ بٹاتے اور ان کی دلجوئی کا دھیان رکھتے۔ ایک مرتبہ عید کے موقع پر حبشی نیزوں کو لہرا لہرا کر کرتب دکھا رہے تھے، حضرت عائشہؓ نے یہ کھیل دیکھنا چاہا تو آپؐ ان کے آگے کھڑے ہو گئے اور ام المومنین آپ کے کندھوں کے اوپر سے دیکھتی رہیں جب تک وہ تھک کر پیچھے نہیں ہٹ گئیں آپؐ برابر اوٹ کئے سامنے کھڑے رہے۔

حضرت عائشہؓ کیونکہ نوجوان تھیں اس لئے کھیل کود کا شوق تھا۔ چنانچہ نبیؐ کریم وقتاً فوقتاً ان کا ساتھ دیتے۔ ایک موقع پر حضرت عائشہؓ کے ساتھ آپ ایک قافلے کے ہمراہ جا رہے تھے آپ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ آپ لوگ آگے چلیں۔ پھر حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ آؤ دوڑ لگائیں۔ حضرت عائشہؓ کیونکہ ہلکی پھلکی تھیں اس لئے دوڑ میں جیت گئیں۔ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ایک عرصہ بعد جب وہ کچھ فربہ ہو گئیں تو حضورؐ نے دوبارہ دوڑ کا مقابلہ کیا اور آگے نکل گئے اور فرمایا کہ یہ اس دن کا بدلہ ہے۔ (سنن ابو داؤد، کتاب الجہاد)

گھر میں کبھی کبھار کوئی نا خوشگوار بات بھی ہو جاتی مگر آپ ہمیشہ کمال صبر اور برداشت کا مظاہرہ کرتے۔ ازواجؓ میں سے کبھی کسی کو نہ ڈانٹا نہ برا بھلا کہا۔ لیکن اگر کوئی نا پسندیدہ بات سر زد ہو جاتی تو آپؐ کی طرف سے تادیب کا انداز بھی مصلحانہ ہوتا تھا۔ آپؐ کا معمول تھا کہ جس زوجۂ مطہرہ کے ہاں آپ کے رہنے کی باری ہوتی کھانا بھی آپ وہیں تناول فرماتے۔ حضرت صفیہؓ چونکہ ایک قبیلے کے سردار کی بیٹی تھیں اور آپؓ کا سابقہ خاوند بھی امیر آدمی تھا اس لئے آپ کو اچھا کھانا بنانے کا ہنر آتا تھا۔ خاص طور پر آپؓ گوشت بہت اچھا بناتی تھیں جو کہ آنحضورؐ کو بہت پسند تھا۔ ایک روز حضوراکرمﷺ کے قیام کی باری حضرت عائشہؓ کے ہاں تھی۔ حضرت صفیہؓ نے گوشت کا سالن بنایا تو ایک رکابی میں آپؐ کے لئے بھی بھیج دیا۔ جیسے ہی غلام نے آکر بتایا کہ حضرت صفیہؓ نے سالن بھیجا ہے، حضرت عائشہ نے ہاتھ مار کر رکابی گرا دی جو کہ ٹوٹ گئی اور بوٹیاں بکھر گئیں۔ اس پر آنحضرتﷺ زمین سے بوٹیاں اٹھاتے ہوئے غلام سے کہتے رہے: ’’غَارَتْ اُمُّكَ‘‘ یعنی تمہاری ماں نے غیرت کی ہے، تمہاری ماں کو غیرت آگئی۔ اس کے بعد وہ بوٹیاں دھو کر کھائی گئیں اور ٹوٹی ہوئی رکابی آپؐ نے حضرت عائشہؓ کو دے دی اور ان سے نئی رکابی لے کر حضرت صفیہؓ کو بھیج دی اور غلام کو کہا کہ وہ یہ بات حضرت صفیہؓ کو نہ بتائے۔

(بخاری کتاب انکاح باب الغیرہ)

سفر کے دوران حضرت صفیہؓ کا اونٹ بیمار ہو گیا تو آپؐ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ تمہارے پاس دو اونٹ ہیں۔ ایک صفیہ کو دے دو۔ حضرت عائشہؓ نے پلٹ کر کہا: ’’بھلا میں یہودی کی بچی کو اپنا اونٹ دیتی ہوں‘‘ رسول اللہﷺ نے اس بات کو بُرا محسوس کیا اور حضرت عائشہؓ سے ناراض ہو گئے۔ اور تادیب کے لئے ان سے کلام کرنا چھوڑ دیا۔ یہ بات حضرت عائشہؓ کو بہت گراں گزری۔ آپؓ نے سب سے پہلے تو حضرت صفیہؓ سے معافی مانگ کر انہیں راضی کیا اور پھر ان سے کہا کہ اگر وہ نبی کریمﷺ سے ان کا راضی نامہ کروا دیں تو وہ اپنی اگلی باری حضرت صفیہؓ کو دے دیں گی۔ حضرت صفیہؓ نے آنحضرتؐ سے بات چلائی کہ عائشہؓ نے مجھ سے معافی مانگ لی ہے اور آپ بھی اس سے راضی ہو جائیں۔ آپ نے پوچھا اس سفارش کی کوئی شرط طے ہوئی ہے؟ حضرت صفیہؓ نے عرض کیا جی انہوں نے اگلی باری مجھے دے دی ہے۔ آپ مسکرا دیئے اور یوں صلح ہو گئی۔

آنحضرتؐ کی روزمرہ کی زندگی ہر لحاظ سے متوازن اور جامع تھی۔ آپؐ مخلوق اور خالق دونوں کے حقوق کا برابر خیال رکھتے تھے۔ گھر میں بھی آپؐ جہاں اہل خانہ کی دنیوی ضروریات کا بھر پور خیال رکھتے تھے، وہیں گھر کے اندر عبادات کا بھی اہتمام کرتے تھے۔ عام طور پر آپؐ فرض نمازیں مسجد میں ادا کرتے اور سنتیں و نوافل گھر میں پڑھتے تھے۔ تاکہ گھر اللہ کے ذکر سے آباد رہیں اور اہل خانہ کی توجہ بھی عبادات کی طرف مبذول رہے۔ آپ کے انہی معمولات کی بدولت امہات المومنین میں بھی اللہ کے قرب کا شوق موجزن رہتا اور بعض اوقات اپنے آپ کو مشقت میں ڈال کر بھی عبادات بجا لاتی تھیں۔

ایک جگہ حضرت مسیح موعودؑ نے لکھا ہے:

’’اگرچہ آنحضرتؐ کی بیویوں سے بڑھ کر کوئی نہیں ہو سکتا تاہم آپ کی بیویاں سب کام کر لیا کرتی تھیں اور ساتھ اس کے عبادت بھی کرتی تھیں چنانچہ ایک بیوی نے اپنی حفاظت کے واسطے ایک رسّہ ٹکا رکھا تھا کہ عبادت میں اونگھ نہ آئے عورتوں کے لئے ایک ٹکڑا عبادت کا خاوندوں کا حق ادا کرنا ہے اور ایک ٹکڑا عبادت کا خدا کا شکر بجا لانا ہے۔‘‘ (ملفوظات جلد سوم ص369)

رسول اللہؐ کی رات کی عبادت تو معروف ہے جو آپؐ کی ازواج مطہرات سے مروی ہے۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رات کا ایک حصہ حضورؐ کی عبادت کا ہوا کرتا تھا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپؐ عشاء کے بعد جلد سو جاتے تھے اور نصف لیل تک آرام کرتے تھے، پھر جاگ کر ثلث لیل عبادت کیا کرتے تھے اور اس کے بعد پھر سدس لیل آرام کیا کرتے تھے۔ یعنی رات اگر 6 گھنٹوں کی ہو تو 3 گھنٹے آپؐ آرام فرماتے تھے پھر 2 گھنٹے عبادت فرماتے تھے اور اس کے بعد ایک گھنٹہ پھر آرام فرماتے تھے۔ یہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ نے رسول اللہؐ کی رات کا معمول بتایا۔ جناب نبی کریمؐ کی رات کی عبادت کیا ہوتی تھی اس کے متعلق حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپؐ نماز کے قیام میں قرآن کریم کی تلاوت فرمایا کرتے تھے، یہی تہجد کی نماز کہلاتی ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ اور ام المومنین حضرت سلمہؓ دونوں آنحضرتؐ کی عبادات کے بارے میں بتاتی ہیں کہ نماز میں قیام کے دوران بسا اوقات ایسا ہوتا تھا کہ کھڑے کھڑے آپؐ کی ٹانگیں سوج جاتی تھیں اور پاؤں پر ورم آ جاتا تھا۔ کبھی کبھار تو آپؐ کی ایڑھیاں پھٹ جاتی تھیں اور ان میں سے خون رسنے لگتا تھا۔ فرماتی ہیں کہ ہمیں جناب رسول اللہؐ پر ترس آتا تھا کہ حضورؐ اس مشقت کی کیفیت میں عبادت فرما رہے ہیں، یہ بات حضرت ام سلمہؓ اور حضرت عائشہؓ دونوں نے اپنے اپنے انداز سے حضورؐ سے پوچھی کہ آپؐ یہ مشقت کیوں فرماتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہؐ! کیا آپؐ اللہ کے پیغمبر نہیں ہیں؟ فرمایا ہاں پیغمبر ہوں۔ پھر پوچھا کیا آپؐ اللہ کے حبیب نہیں ہیں۔ فرمایا ہاں میں اللہ کا حبیب ہوں۔ پھر پوچھا کیا جنت آپ کے لئے واجب نہیں ہے؟ فرمایا ہاں جنت میرے لئے واجب ہے۔ پھر پوچھا اس سب کے باوجود آپ اتنی زیادہ مشقت کیوں کرتے ہیں کہ آپؐ کی ٹانگیں سوج جاتی ہیں، پاؤں میں ورم آجاتے ہیں، ایڑیاں پھٹ جاتی ہیں ان میں سے خون رسنے لگتا ہے اور ہم دیکھنے والوں کو آپؐ پر ترس آتا ہے کہ حضورؐ کس مشقت میں پڑے ہوئے ہیں۔ جناب نبی کریمؐ نے اس کے جواب میں ایک جملہ کہہ کر ایک مسئلہ سمجھا دیا اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شُكُوْرًا کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

ایک کامل اور مکمل انسانی زندگی کی بنیادی شناخت یہ ہے کہ دنیا میں چھوٹے بڑے، حاکم و محکوم، دوست و دشمن، اپنے اور پرائے، امیر وغریب، ہر سطح اور ہر طبقہ کے لوگوں سے جہاں اس کے تعلقات روشنی میں ہوں اور لوگوں کے لیے مشعل راہ کا درجہ رکھتے ہوں، وہیں اپنی ازواج، خدام، اولاد، متعلقین اور اقرباء و رشتہ داروں میں بھی وہ محبوب و مقبول ہوں اور ان کے ساتھ تعلق و سلوک کے باب میں بھی اس کی زندگی اسوہ اور مثال ہو۔ اس طور پر دیکھا جائے تو پیغمبر اسلامؐ کی زندگی اپنی مثال آپ ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے عائلی زندگی کا جو نقشہ بنایا اور خود اس پر عمل کرکے دکھایا، حقیقت یہ ہے کہ وہ عائلی اور ازدواجی زندگی کے لئے بہترین نمونہ اور ہر طرح کی بے سکونی کا علاج اور اکسیر ہے اور آپ ﷺ کی حیات طیبہ کے آئینہ میں ہم اپنی گھریلو زندگی کی صحیح صورت گری کر سکتے ہیں۔

نماز کی فرضیت ، اہمیت اور برکات

محمد شاہد تبسم

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے حٰفِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی ۚ وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قٰنِتِیْنَ (البقرہ:239)

ترجمہ:اپنی نمازوں کی حفاظت کرو بالخصوص مرکزی نماز کی اور اللہ تعالیٰ کے حضور فرمانبرداری کرتے ہوئے کھڑے ہو جاؤ۔

ایمان کے بعد نماز ہی کا درجہ ہے اور قرآن کریم میں سینکڑوں جگہ نماز کی ادائیگی کا حکم آیا ہے ۔

حدیث شریف میں ہے کہ بے شک قیامت کے روز بندے کے اعمال میں سے پہلے نماز کا حساب ہوگا۔پس اگر اس کی نمازٹھیک نکلی تو کامیاب رہا اور بامراد ہوگا اور اگر نماز خراب نکلی تو نقصان میں پڑے گا اور کامیابی سے محروم ہوگا۔

(ترمذی کتاب الصلوٰۃ باب اِن اوّل مایحاسبُ بہ العبدُ)

اسی طرح ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ فرماتے ہیں۔

پانچ نمازیں اللہ تعالیٰ نے فرض کی ہیں جس نےان نمازوں کا وضو اچھی طرح کیا اورانہیں بروقت پڑھا اور ان کا رکوع اور سجدہ پوری طرح ادا کیا تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے ذمہ یہ عہد ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے گا اور جس نے ایسا نہ کیا اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے ذمہ کوئی عہد نہیں۔چاہے بخش دے چاہے عذاب دے۔

(ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب فی المحافظۃ فی وقت الصلوۃ)

ایک مرتبہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سردی کے زمانے میں آبادی سے باہر تشریف لے گئے ۔اس وقت درختوں کے پتے جھڑ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے ایک درخت کی دو ٹہنیاں پکڑیں تو اور زیادہ پتے جھڑنے لگے۔ وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت ابوذرؓ تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مخاطب کرکے فرمایا یقین جانو بندہ اللہ کی رضا کے لئے نماز پڑھتا ہے تو اس کے چھوٹے گناہ اسی طرح جھڑ جاتے ہیں جیسے یہ پتے جھڑتے ہیں۔

(مسند احمد بن حنبل)

ایک مرتبہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بتاؤ اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر نہرہو جس میں وہ روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرتا ہوتو کیا اس کے بدن پرکچھ میل باقی رہے گی ؟صحابہ نے عرض کیا۔ذرا بھی باقی نہیں رہے گی ۔تو آپ ﷺ نے فرمایایہی حال پانچ نمازوں کا ہے ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ گناہوں کو مٹادیتا ہے۔

(صحیح بخاری،کتاب مواقیت الصلوٰۃ)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ یہ منافق کی نماز ہےجو بیٹھے ہوئے نماز کا انتظار کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ سورج میں زردی آ جاتی ہے اور سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان آ جاتا ہے توکھڑے ہوکر (عصر کی نماز کے) چار ٹھونگیں مار لیتا ہے اور بس اللہ کو ذرا سا یاد کرتا ہے۔ (صحیح مسلم)

حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔جس کی ایک نماز جاتی رہے اس کا اتنا بڑا نقصان ہوا جیسا کسی گھر سے لوگ اور مال و دولت سب جاتا رہے۔ (الترغیب و الترہیب)

ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ سب لوگوں سے زیادہ برا چور وہ ہے جو اپنی نماز سے چوری کرتا ہے۔ یہ سن کر صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ نماز کی چوری کیسی؟ فرمایا اس کا رکوع اور سجدہ پورا نہ ہو۔(صحیح الترغیب صفحہ:533)

حضرت رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں۔اس کا کوئی دین نہیں جس کی نماز نہیں۔ نماز کا مرتبہ دین حق میں وہی ہے جو سر کا مرتبہ (انسان کے)جسم میں ہے۔ (تفسیر در منثور)

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں۔ اپنی اولاد کو نماز کا حکم دو جب کہ وہ سات برس کے ہو جائیں اور نماز نہ پڑھنے پر ان کو مارو جب کہ وہ دس برس کے ہو جائیں اور دس برس کی عمر میں ان کو بستر میں الگ کر دو۔

(ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب یوم الغلام بالصلوٰۃ)

فرض نماز جہاں تک ممکن ہو پوری کوشش کے ساتھ باجماعت ادا کرو۔ رسول کریم ﷺ نے کبھی باجماعت نماز ترک نہیں فرمائی۔حتی کہ سخت بیماری کی حالت میں بھی جبکہ خود چل کر نماز کے لئے نہیں جاسکتے تھے تو دو آدمیوں کے سہارے مسجد تشریف لے گئے اور باجماعت نماز ادا کی ۔اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ (البقرہ:44)

”اور جھکنے والوں کے ساتھ جھک جاؤ“

اس آیت سے بھی نماز باجماعت کا حکم معلوم ہوتا ہے۔ پھر ایک حدیث میں بھی ہے کہ باجماعت نماز پڑھنے کا ثواب اکیلے نماز پڑھنے سے 27 گنا افضل ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ،فضل صلوٰۃ الجماعۃ)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ میرے دل میں ارادہ ہے کہ کسی کو حکم دوں جو لکڑیاں جمع کرے۔ پھرآذان کا حکم دوں اور کسی شخص سےکہوکہ وہ امامت کرائےاورمیں ان لوگوں کےگھروں میں جاؤں جو نماز کے لئے نہیں آتے پھران کے گھروں کو آگ لگا دوں۔

(صحیح بخاری کتاب الجماعۃ والامامۃ ،باب وجوب صلوٰۃ الجماعۃ)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

”انسانی فطرت ہے کہ برائیوں کی طرف بار بار توجہ جاتی ہے اس لئے اس کی حفاظت بھی مستقل عمل چاہتی ہے اور اس کی مستقل حفاظت کے لئےاس عمل کو جاری رکھنے کے لئے خداتعالیٰ نے فرمایاکہ نمازوں کی حفاظت کرو۔“ اپنی نمازوں کی حفاظت کرو، بالخصوص مرکزی نماز کی....صلاۃ الوسطٰی کی حفاظت کرو اور ہر ایک کے حالات کے لحاظ سے درمیانی نماز وہ ہے جس میں دنیا داری یا سستی اسے نماز قائم کرنے سے روکتی ہے یا نماز سے غافل کرتی ہے۔ جب شیطان اس کی توجہ نماز کی بجائے اور دوسری چیزوں کی طرف کروا رہا ہوتا ہے۔ پس اس وقت اگر ہم شیطان سے بچ گئے اور اس کو اپنے اوپر حاوی نہ ہونے دیا تو سمجھو کہ ہم نمازوں کی حفاظت کرنے والے ہیں اور جب یہ صورت ہوگی تو پھر نماز ہماری حفاظت کرے گی۔پس اپنی نمازوں کی حفاظت ہر احمدی پر خاص طور پر فرض ہے۔“

(خطبہ جمعہ 15 فروری 2008ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والا بنائے بالخصوص مرکزی نماز کی حفاظت کی توفیق عطا فرمائے ۔آمین

بقیہ از صفحہ 7۔تعلیم الاسلام کالج

لیکن ان کا اصرار تھا کہ میں نے بہر صورت جوابات انگریزی میں ہی لکھنے ہیں۔

انہوں نے ایک بہت ہی عجیب اور حیران کن طریقہ اختیار کیا ہوا تھا کہ ساری کی ساری کتاب زبانی یاد کرلی تھی۔ امتحان کے وقت جو بھی سوال آتا ، وہ اس کا جواب کتاب کے عین مطابق بالکل صحیح درج کر آتے ۔اب بھلاان کو سوفیصد نمبر کیسے نہ ملتے؟ کتاب کاایک پورا باب اس بارہ میں تھا کہ ملک کے سٹیٹ بینک کے کام کیا کیا ہوتے ہیں۔امتحان میں یہ سوال آیا کہ بینکوں کے بینک کے طور پر سٹیٹ بینک کے کام کیا ہیں؟ ہمارے اس مخنتی دوست نے آؤ دیکھا نہ تاؤ کتاب کا پورے کا پورا باب (جو سٹیٹ بینک سے متعلق تھااور کئی صفحات پر محیط تھا) شروع سے لیکر آخر تک من و عن نقل کر دیا۔ نمبر تو ان کو ضرور مل گئے ہوں گے لیکن باقی سوالوں کے جوابات کا وقت ملا یا نہیں، یہ الگ بات ہے۔ خیر یہ تو ہوا لیکن سب سے دلچسپ بات یہ ہوئی کہ انہوں نے اپنے جواب کا آغاز (کتاب کے عین مطابق) اس فقرہ سے کیا کہ

As we have already explained in the last chapter .....

کالج کے سارے کے سارے اساتذہ ہی بہت لائق اور قابل ذکر ہیں۔ اس جگہ اپنے ایک نہایت نیک، مخنتی ، دعاگو اورمشفق و مہربان استاد محترم صوفی بشارت الرحمٰن کا مختصر ذکر کرتا ہوں۔وہ ہمارے عربی کے استاد تھے۔ بڑا لمبا عرصہ تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ مجھے بھی ان سے کئی سال شرف تلمّذ حاصل رہا۔ نصاب کی کتابیں سالہا سال ایک جیسی ہوتی تھیں لیکن وہ ہر بار کلاس میں آنے سے قبل پوری تیاری کے ساتھ آتے اور بہت ہی تفصیل کے ساتھ ایک ایک لفظ سمجھاتے تھے۔ بڑی باقاعدگی اور محنت سے فریضۂ تدریس ادا کرتے تھے۔ بڑے بزرگ اور دعاگو انسان تھے۔ ان کی ایک بات نے مجھے ہمیشہ متاثر کیا اور آج تک ان کا یہ وصف میرے دل پر نقش ہے کہ آپ ہمیشہ قرآن مجید پر غوروفکر اور تدبر کرتے رہتے۔ مختلف آیات قرآنیہ کے مشکل مقامات کو حل کرنا اور امکانی طور پر پیدا ہونے والے سوالات کو عربی زبان کے لحاظ سے سلجھانا آپ کی پسندیدہ مصروفیت تھی۔ کلاس میں بھی ان امور کا اکثر ذکر فرماتے اور طلبہ کو بھی اس تحقیق اور تدبر میں اپنے ساتھ شامل کر لیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرماتا رہے۔ آمین

خاکسار نے یہ مضمون حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں ارسال کیا تو حضور انور نے ازراہِ شفقت جواباً تحریر فرمایا:

”آپ کا خط ملا۔آپ نے تعلیم الاسلام کالج کے حوالہ سے اپنی جو یادداشتیں بھجوائی ہیں وہ ماشاء اللہ بہت خوب ہیں۔ مرزا خورشید احمد کے تلفظ سے مجھے بھی ایک واقعہ یاد آگیا۔ آپ ہماری کلاس میں ہمیں تلفظ سکھا رہے تھے ۔ ایک پنجابی ہمارے دوست تھے۔ بے تکلفی بھی ہوتی تھی۔ کلاس ختم ہوئی تو کھڑے ہو کر کہنے لگے آپ جس طرح پڑھاتے ہیں اس سے ہمیں انگریزی زبان تو پتہ نہیں آتی ہے یا نہیں لیکن اس طرح تلفظ ادا کرنے سے ہماری زبان میں بل ضرور پڑ جائے گا۔“ (خط محررہ 26.04.2016)

ابو سدید

تلاوتِ قرآن کریم کی اہمیت و آداب

قُرآن کتابِ رحماں سِکھلائے راہِ عرفاں
جو اِس کے پڑھنے والے اُن پر خدا کے فیضاں

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

’’قرآن جواہرات کی تھیلی ہے۔اور لوگ اس سے بے خبر ہیں۔‘‘

وہ لوگ خوش قسمت ہیں جو قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں۔وہ اسے بار بار پڑھتے ہیں۔اس کی تعلیمات پر غورو فکر کرتے ہیں۔اس سے رہنمائی اور نور حاصل کرتے ہیں۔اس سے ملنے والے جواہرات سے اپنی جھولیاں بھرتے ہیں۔

یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اِک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اِس میں مہیا نکلا

اللہ تعالیٰ لوگوں کو قرآن کریم کی عظمت اور فضیلت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتا ہے:

يٰأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ

اے لوگو!تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک ایسی کتاب آگئی ہے جو سراپا نصیحت ہے۔اور وہ سینوں میں پائی جانے والی بیماریوں کو شفاء دینے والی ہے ۔اور ایمان لانے والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔اے رسول!لوگوں کو آگاہ کرو کہ یہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت سے عطا ہوئی ہے ۔پس اس نعمت کے حصول پر انہیں خوش ہونا چاہئے۔کیونکہ یہ کتاب اُس مال سے جو وہ جمع کر رہے ہیں کہیں بہتر ہے۔

(یونس 58،59)

توجہ اور شرائط کے ساتھ

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی یہ صفت بیان فرمائی ہے کہ وہ پوری توجہ اور شرائط کو مدِّنظر رکھ کر قرآن مجید پڑھتے ہیں اور تلاوت کا حق ادا کرتے ہیں۔فرماتا ہے

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ أُوْلٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ

وہ لوگ جن کو ہم نے یہ کتاب (قرآن کریم)دی ہے وہ اِس کی اِس طرح تلاوت کرتے ہیں جیسا کہ تلاوت کرنے کا حق ہے۔یہی وہ لوگ ہیں جو اِس پر حقیقی ایمان رکھتے ہیں۔

(البقرہ:122)

غور اور تدبّر

یہ یاد رکھنا چاہئے کہ محض قرآن پڑھنے سے تلاوت کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔اس کے لئے ضروری ہے کہ اِنسان اِس کو غور اور تدبّر سے پڑھے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

’’قرآن شریف کی تلاوت کی اصل غرض تو یہ ہے کہ اس کے حقائق اور معارف پر اطلاع ملے اور انسان ایک تبدیلی اپنے اندرمحسوس کرے۔یہ یاد رکھو کہ قرآن شریف میں ایک عجیب غریب اور سچا فلسفہ ہے۔ اس میں ایک نظام ہے جس کی قدر نہیں کی جاتی۔جب تک نظام اور ترتیبِ قرآنی کو مدِّنظر نہ رکھا جاوے اور اس پر پورا غور نہ کیا جاوے۔ قرآن شریف کی تلاوت کے اغراض پورے نہ ہوں گے‘‘

(ملفوظات جلد اوّل ص 429)

تلاوت قرآن کریم کی فضیلت بیان کرتے ہوئے آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں۔

مَنْ قَرَأَ حَرْفاً مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَهٗ حَسَنَةٌ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا

یعنی رسول کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ کی کتاب قرآن کریم سے ایک حرف بھی پڑھتا ہے تو اِسے اِس کے بدلہ میں ایک نیکی کا ثواب ملتا ہے اور ایک نیکی دس نیکیوں کے برابر قرار پاتی ہے۔

قرآن کریم کی گھروں میں باقاعدگی سے تلاوت کرنے کی تلقین کرتے ہوئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

’’اپنے گھروں میں کثرت سے تلاوتِ قرآن کریم کیا کرو۔یقیناًوہ گھر جس میں قرآن نہ پڑھا جاتا ہو وہاں خیر کم ہوجاتی ہے اور وہاں شَرّ زیادہ ہوجاتا ہے اور وہ گھر اپنے رہنے والوں کے لئے تنگ پڑ جاتا ہے۔‘‘

تلاوت کے افضل اوقات

قرآن کریم کی تلاوت دن کے اوقات اور رات کے لمحات میں کسی وقت بھی کی جاسکتی ہے۔

تاہم تلاوت کی زیادہ برکات حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے کچھ اوقات کو افضل قرار دیا ہے۔فرمایا

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا

یعنی سورج کے ڈھلنے سے لے کر رات کے چھا جانے تک نماز قائم کرو اور فجر کے وقت کی تلاوت کو اہمیت دو۔یقیناًفجر کے وقت قرآن پڑھنا (اللہ کے حضور میں)ایک مقبول عمل ہے۔

(بنی اسرائیل:79)

دوسرا اہم وقت تلاوت قرآن کے لئے اللہ تعالیٰ نے رات کو قرار دیا ہے۔کیونکہ اس وقت سکون اور خاموشی ہوتی ہے۔ اس وقت کی تلاوت خاص طور پر اثر انداز ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ کہ رات کے ایک حصہ میں بھی اِس (قرآن کریم)کے ذریعہ تہجد پڑھا کرو۔

اس آیت کے بارے میں حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں۔

فَتَهَجَّدْ بِهٖ میں ہ کی ضمیرقرآن کی طرف پھرتی ہے اور مراد یہ ہے کہ اس نماز میں تلاوت قرآن پر خاص زور ہونا چاہئے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: ’’اے اہلِ قرآن!قرآن پڑھے بغیر نہ سویا کرو۔اِس کی تلاوت رات کے وقت اور دن کو اس طرح کیا کرو جیسے تلاوت کرنے کا حق ہے۔اس کو پھیلاؤ اور اسے خوش الحانی سے پڑھا کرو۔اس پر غور کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔‘‘

تلاوتِ قرآن کریم کے آداب

1۔خوش الحانی

جہاں تک ممکن ہو خوش الحانی سے قرآن کریم پڑھنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا

ترجمہ:اور قرآن کریم کو خوش الحانی سے پڑھا کرو۔

حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:زَيِّنُوا الْقُرْاٰنَ بِاَصْوَاتِكُمْ

ترجمہ:تم اپنی آوازوں سے قرآن کریم کو زینت دو۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا:

اُس شخص کا ہم سے کوئی تعلق نہیں جو قرآن کریم کو خوش الحانی سے نہیں پڑھتا۔

ایک اور حدیث میں آنحضرتؐ فرماتے ہیں۔

اپنی عُمدہ آوازوں کے ساتھ قرآن مجید کو پڑھا کرو کیونکہ اچھی اور عمدہ آواز قرآن کریم کو حُسن میں بڑھا دیتی ہے۔

حضرت مسیح موعودؑفرماتے ہیں:

’’خوش الحانی سے قرآن شریف پڑھنا بھی عبادت ہے‘‘

(ملفوظات جلد سوم ص162)

2۔ٹھہر ٹھہر کر اور صحیح تلفظ سے تلاوت

حضرت اُمّ سلمہؓ سے جب آنحضرتؐ کی تلاوت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا:

آنحضورؐکی تلاوت بالکل واضح ہوتی تھی۔ہر حرف جُدا ہوتا تھا۔یعنی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ پڑھ کر ٹھہر جاتے تھے پھر الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھ کر ٹھہر جاتے۔

3۔باقاعدگی سے تلاوت

حضرت مصلح موعودؓ اس کا طریق اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

’’انسان روزانہ پڑھنے کے لئے قرآن کریم کا ایک حصہ مقرر کر لے کہ اتنا حصہ روز پڑھا کروں گا۔اس کو روزانہ پڑھا جائے اور اس کو پورا کرنے میں کوتاہی نہ کی جاوے۔‘‘

رسول کریمؐ فرماتے ہیں:اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ وہ عبادت پسند ہے جس پر انسان دوام اختیار کرے اور ناغہ نہ ہونے دے۔

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا پاک کلام ہے، جس میں خدا کی توحید اور جلال اور عظمت کا ذکر ہے۔تمام قسم کی بھلائیاں اس میں جمع کر دی گئی ہیں۔گویا یہ انسانی فلاح اور نجات کا سرچشمہ ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

’’قرآن شریف کو ایک معمولی کتاب سمجھ کر نہ پڑھو بلکہ اس کو خدا کا کلام سمجھ کر پڑھو۔‘‘

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرماتے ہیں۔

’’میں نے دنیا میں بہت سی کتابیں پڑھی ہیں۔مگر ایسی دِلربا، راحت بخش اور لذّت دینے والی جس کا نتیجہ دُکھ نہ ہو۔نہیں دیکھی۔

میں سچ کہتا ہوں کہ قرآن شریف کے سِوا ایسی کوئی کتاب نہیں ہے کہ اس کو جتنی بار پڑھو اسی قدر لطف اور راحت بڑھتی جاوے۔طبیعت اُکتانے کی بجائے ،چاہے گی کہ اور وقت اِس پر صَرف کرو۔‘‘

(حقائق الفرقان جلد اوّل ص34)

تلاوت قرآن کریم کے حوالے سے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

’’انسان کو چاہئے کہ قرآن شریف کثرت سے پڑھے۔جب اس میں دعا کا مقام آوے تو دعا کرے۔اور خود بھی خدا سے وہی چاہے جو اس دعا میں چاہا گیا ہے اور جہاں عذاب کا مقام آوے تو اُس سے پناہ مانگے۔اور اُن بداعمالیوں سے بچے جن کے باعث وہ قوم تباہ ہوئی۔دل کی اگر سختی ہو تو اس کے نرم کرنے کے لئےیہی طریق ہے کہ قرآن شریف کو ہی بار بار پڑھے۔جہاں جہاں دعا ہوتی ہے وہاں مومن کا بھی دل چاہتا ہے کہ یہی رحمتِ الٰہی میرے شاملِ حال ہو۔قرآن شریف کی مثال ایک باغ کی ہے کہ ایک مقام سے انسان کسی قسم کا پھول چُنتا ہے۔پھر آگے چل کر اور قسم کا پھول چُنتا ہے۔پس چاہئے کہ ہرایک مقام کے مناسب حال فائدہ اٹھاوے۔‘‘

سب جہاں چھان چکے ساری دکانیں دیکھیں
مئے عرفان کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا
کس سے اس نور کی ممکن ہو جہاں میں تشبیہ
وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نکلا
پہلے سمجھے تھے کہ موسیٰ کا عصا ہے فُرقاں
پھر جو سوچا تو ہر اِک لفظ مسیحا نکلا

(درثمین)

مولانا عطاء المجیب راشد۔لندن

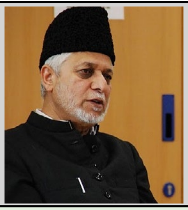

تعلیم الاسلام کالج کی چند حسین یادیں

اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجھے 1959ءسے لے کر 1965ءتک تعلیم الاسلام کالج میں پڑھنے کا موقعہ ملا۔ ایف اے، بی اے اور پھر اسی کالج سے ایم اے عربی بھی کیا۔ اس عرصہ کی چند یادیں تحریر کرتا ہوں۔

کالج کے زمانہ کی یادوں کا آغاز تو کالج کے ہر دلعزیز اور بزرگ پرنسپل حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد رحمہ اللہ سے ہوتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شاہانہ طرز اور وقار عطا فرمایا تھالیکن آپ کی طبیعت میں سادگی اور بے تکلفی بھی بہت نمایاں طور پر پائی جاتی تھی۔مجھے اس کاایک تجربہ اس وقت ہوا جب ایک بار آپؒ کے ساتھ شکار پر جانے کا موقع ملا۔ان دنوں آپ تعلیم الاسلام کالج کے پرنسپل تھے ۔آپ کے ساتھ جانے والوں میں محترم صاحبزادہ مرزا منوراحمد۔میرے والد محترم مولانا ابوالعطاء اور محترم مولانا احمد خان نسیم کے علاوہ اور بھی چند احباب تھے۔جاتے ہوئے احمد نگر کے قریب کچی سڑک پر کیچڑہونے کی وجہ سے بس جس میں سب سوار تھے پھنس گئی۔سب نیچے اترے اور بس کو کیچڑ سے نکالنے کی کوشش ہونے لگی۔میں نے دیکھا کہ باقی ساتھیوں کے ساتھ آپؒ بھی اس کام میں برابر شریک تھے۔میں اس وقت چھوٹی عمر کا تھا لیکن یہ نظارہ آج بھی گویا میری نظروں کے سامنے ہے کہ آپؒ بھی قریبی کھیتوں سے جھاڑیاں اکھاڑ کر لا رہے تھے۔اور اسی طرح مٹی کے بڑے بڑے ڈھیلے لائے جارہے تھے تاکہ ان کو مائیکرو بس کے پہیوں کے آگے رکھا جائے اور وہ کیچڑ سے باہر آسکے۔یہ بظاہر ایک معمولی سا واقعہ تھا لیکن اس کی یاد آج بھی تازہ ہے اور آپؒ کی سادہ اور خاکسارانہ طبیعت کی یاد دلاتی ہے۔

آپؒ کی طبیعت کی سادگی کے بارہ میں ایک اور بات یاد آئی۔ پچھلے دنوں ایک بہت ہی پرانی تصویر دیکھنے کا موقع ملا۔ یہ تعلیم الاسلام کالج کی ربوہ میں تعمیر کے دنوں کی ہے۔ اس میں حضرت مرزا ناصر احمدؒ تعمیر کا کام کرنے والے چند مزدوروں کے ساتھ کالج کے ایک برآمدہ کی سیڑھیوں پر بڑی بے تکلفی سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ تصویر آپ کی بے تکلفی ، انکساری اور عظمت کو خوب ظاہر کرتی ہے۔

کالج کے پرنسپل کی حیثیت سے طلباء کے اخلاق کی نگرانی اور ان کی بہبود کا خیال رکھنا آپ کی شخصیت کا ایک خاص وصف تھا۔ 1959ءکی بات ہے میں جب میٹرک پاس کرکے کالج میں داخل ہوا تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے وظیفہ کا حقدار پایا تھا۔اس وقت مجھے خیال آیا کہ کالج کے ہوسٹل میں قیام کروں ۔میرا یہ خیال تھا کہ اس طرح شاید وقت کی بچت ہواور کھیلوں اور دوسرے پروگراموں میں بھی شرکت ہوسکے گی اور چونکہ سرکاری وظیفہ کی وجہ سے اخراجات کی بھی فکرمندی نہ تھی ۔اس لئے میں نے یہی خیال کیا کہ یہ صورت بہت بہتر رہے گی۔

جب یہ بات آپؒ کے علم میں آئی تو آپؒ نے اس سے اتفاق نہیں فرمایااور مجھے تاکیداًیہی کہا کہ ہوسٹل میں ہر گز نہیں رہنا بلکہ گھر میں ہی قیام کرتے ہوئے تعلیم حاصل کی جائے ۔اس وقت کے جذبات کے لحاظ سے مجھے یہ فیصلہ اورارشادکچھ بوجھل محسوس ہوا اوراس کی کوئی حکمت سمجھ نہ آئی کہ جب اخراجات کا بھی کوئی مسئلہ نہیں (کیونکہ وظیفہ کی سہولت موجود ہے) تو پھر کیوں اس صورت کو اختیار نہ کیا جائے۔بہر حال آپؒ کا ارشاد تھا اس کی تعمیل کی گئی اور بعد میں آپؒ کی کسی بات سے اور خود اپنے تجربہ اور مشاہدہ سے یہ بات مجھ پرخوب واضح ہوئی کہ گھر کا ماحول ہوسٹل کے ماحول سے بدرجہا بہتر ہوتا ہے اور اسی حکمت کی وجہ سے آپؒ نے ہوسٹل میں میرے قیام کو پسند نہیں فرمایا تھا۔ہوسٹل تودراصل ان لوگوں کیلئے ہوتاہے جنہیں گھر میں رہنے کی سہولت نہ ہواور جنہیں گھر کی سہولت میسر ہو ان کیلئے بلاوجہ ہوسٹل میں قیام چنداں مفید نہیں ہوتا بلکہ نقصان دہ ثابت ہوسکتا ہے۔اب اس واقعہ پر غور کرتا ہوں تو یہ بات سمجھ آتی ہے کہ یہ آپؒ کا عظیم احسان تھا کہ آپؒ نے اس بارہ میں میری بروقت صحیح راہنمائی فرمائی ۔

کالج کے دنوں میں ایک اوردلچسپ واقعہ یہ ہوا کہ جلسہ تقسیم اسناد و انعامات کے موقع پر جب حضرت مولانا جلال الدین شمسؓ خاکسار کو وہ طلائی میڈل لگا رہے تھے جو پنجاب یونیورسٹی سے ملے تھے تو آپؒ سٹیج پرقریب ہی کھڑے تھے ۔جتنی دیرPin وغیرہ لگانے میں لگتی ہے اس عرصہ میں آپؒ نے یہ پُرلطف تبصرہ فرمایا کہ دیکھنا! ان طلائی میڈلوں کو اپنے ابا جان سے بچا کے رکھنا وگرنہ وہ انہیں بھی الفرقان میں لگادیں گے !۔ اس تبصرہ میں مزاح بھی تھا اور اس مشاہدہ اور حقیقت کا اظہار بھی کہ محترم اباجان مرحوم کو ماہنامہ الفرقان کتنا عزیز تھا۔یہ آپ کا ذاتی رسالہ تھا اور اس کے سب اخراجات آپ اپنی جیب سے ادا فرماتے تھے۔میں توخود اس بات کا ذاتی طور پر گواہ ہوں کیونکہ میں بھی کافی عرصہ رسالہ کی انتظامیہ میں شامل رہا۔شاید اسی وجہ سے آپؒ نے یہ پُرلطف تبصرہ فرمایا۔میں نے بعد میں جب ابا جان سے اس بات کا ذکر کیا تو آپ نے بھی اس سے خوب لطف اٹھایا۔

تعلیم الاسلام کالج کا وسیع و عریض ہال بہت خوبصورت ہا ل تھا۔ ابتدائی دور میں اس کی حالت مالی گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے کافی خستہ ہوتی تھی۔ ربوہ کی زمین میں بہت کلرؔ ہوتا تھا جس کی وجہ سے ہال کی دیواروں پرسیمنٹ کے پلستر پر عجیب و غریب قسم کے نقوش بن جاتے تھے۔ ان دنوں مکرم پروفیسر نصیر احمد خان کالج یونین کے سرپرست ہوتے تھے۔ انہوں نے کئی بار محترم پرنسپل صاحب سے اس بارہ میں درخواست کی کہ اس صورت حال کاکچھ ازالہ کروادیا جائے مگر مالی مجبوریاں اس کام میں حائل ہو جاتی رہیں۔ انہی دنوں ایک مجلس مشاعرہ منعقد ہوئی۔ ہال سامعین سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ مکرم پرنسپل صاحب پہلی قطار میں تشریف فرما تھے۔ مکرم ڈاکٹر نصیر خان کی باری آئی۔ آپ بہت بلند پایہ شاعر تھے۔ بڑے بذلہ سنج اور موقعہ کی مناسبت کوخوب سمجھنے والے تھے۔ آپ نے اپنی نظم بڑے وقار سے تحت اللفظ پیش کرنی شروع کی۔ اس دوران ایک موقعہ پر آپ نے پرنسپل صاحب کو بڑے ادب سے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ اگلا شعرہمارے مہربان محترم پرنسپل صاحب کی خصوصی توجہ کے لئے ہے۔ ہال میں کلرؔ کے نقش و نگار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شعر پڑھا۔ جس کا دوسرا مصرعہ یوں تھا

ہمارے ”ہال“ پر نظر کرم یوں بھی ہے اور یوں بھی

یہ مصرعہ سنتے ہی ہر طرف مسکراہٹ پھیل گئی۔بس ایک مصرعہ سارا کام کرگیا اور جلد ہی ہال کا حال بھی ٹھیک ہوگیا!

نظم وضبط قائم رکھنا اور طلبہ سے شفقت کا سلوک کرنا ادارہ کے سربراہ کا بنیادی فرض ہوتا ہے۔ یہ دونوں باتیں محترم پرنسپل صاحب کے طرز عمل میں بیک وقت کار فرما نظر آتی تھیں۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ ایک بار ہماری کلاس کے ایک طالب علم کو کسی غلطی یا شرارت کی بنا پر دس روپے جرمانہ کی سزا دی گئی۔بے چارے غریب طالب علم کے لئے یہ ادائیگی ناممکن سی بات تھی۔ طالب علم فوراً ایک لمبی درخواست لکھ کر پرنسپل صاحب کے دفتر میں حاضر ہوگیا۔ آپ نے درخواست پر ایک نظر ڈالی اور قلم ہاتھ میں لے کر موٹے الفاظ میں NOکا لفظ لکھا اور درخواست واپس کردی۔ طالب علم سخت مایوس ہوکر دفتر سے باہر آگیا۔ وہ اپنی کلاس میں مغموم اور فکر مند بیٹھا تھاکہ کالج کا ایک کارکن آیا اور اسے ایک لفافہ دے گیا ۔ اس میں دس روپے کا نوٹ تھا اور ساتھ پرنسپل صاحب کا نوٹ تھا کہ دفتر جاکر جرمانہ کی ادائیگی کردیں!

ہمارے انگریزی کے استاد محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد تھے۔ ہر روز بڑے اہتمام کے ساتھ تیار ہوکر بروقت آتے۔کوئی غیر ضروری بات نہ کرتے۔ آتے ہی تدریس شروع ہوجاتی اور پورا وقت پڑھاتے تھے۔ انگریزی تلفظ پر خاص زور دیا کرتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہPOPULATION کا صحیح تلفظ بتانے کے بعد کافی دیر کلاس میں اجتماعی طور پر اور پھر انفرادی طور پر اس کی مشق کرواتے رہے۔ ایک روز بڑا ہی شاندار واقعہ ہوا۔ ہماری کلاس میں ایک قریبی گاؤں سے آنے والے ایک نوجوان بھی تھے۔ وہ بہت اچھی طبیعت کے محنتی طالب علم تھے۔ ان کے بولنے کے اندازپر دیہاتی ماحول کا بہت اثر تھا جس کو بہتر بنانے کے لئے وہ کافی کوشش کرتے رہتے تھے۔ ایک روز صاحبزادہ صاحب نے بلیک بورڈ پر انگریزی کاایک فقرہ لکھا کہ

THE CIGARETTE IS MADE OF PAPER AND TOBACCO

یہ لکھ کر آپ نے الفاظ کا صحیح تلفظ بتایا اور خوب اچھی طرح وضاحت کی اور پھر ایک ایک طالب علم کو کہا کہ وہ بلند آواز سے اس فقرہ کو دہرائے۔ چنانچہ ہر طالب علم نے باری باری یہ فقرہ دوہرانا شروع کیا ۔ اگر کسی جگہ کوئی کمی رہ جاتی تو آپ اصلاح فرما دیتے۔ جب ہمارے مذکورہ بالا دوست کی باری آئی تو وہ کھڑے ہوئے اور بڑے اعتماد اور تیزی سے فقرہ دہرایا۔ انہوں نے کہا

دی سرِگٹ اِز میڈ آف پیپر اینڈ تَباخُو

بے تکلفانہ انداز اوردیہاتی تلفظ سن کر ساری کلاس نے زوردار قہقہہ لگایا اور محترم صاحبزادہ صاحب کا تو یہ حال تھا کہ ان کی ہنسی ضبط سے باہر ہورہی تھی۔ آپ نے اپنا رجسٹر اٹھایا اور نصف سبق کے دوران ہی کلاس روم سے باہر چلے گئے!

ایک اور محنتی طالب علم کا واقعہ بھی بہت دلچسپ ہے ۔ ان دنوں ہمارے اکنامکس کے استاد مکرم ظفر وینس ہو ا کرتے تھے۔ اکنامکس کی مشہور کتاب ESSENTIALS OF ECONOMICS جو پروفیسر ایس ایم ظفر کی لکھی ہوئی تھی ہمارے نصاب کی کتاب تھی۔ کلاس میں لیکچر انگریزی میں ہوتا تھا۔ امتحان کے وقت پرچہ سوالات انگریزی اور اردو دونوں زبانوں میں دیا جاتا اور اجازت ہوتی تھی کہ کسی بھی زبان میں جوابات دیں۔ ہماری کلاس میں صرف چار یا پانچ طلبہ ایسے تھے جو انگریزی میں جوابات لکھتے تھے۔ ایک افریقہ کے تھے ایک بحرین کے اور باقی تین طلبہ ایسے تھے جواپنے شوق سے انگریزی میں جوابات لکھا کرتے تھے۔ ان میں سے ایک طالب علم ایسے تھے جن کی انگریزی توکافی کمزور تھی

بقیہ صفحہ 5 پر

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
0044 74 9378 5065
0044 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

انجینئر محمود مجیب اصغر

سلطنت عمان اور عربوں کی یادیں

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ پر رونق اور خوبصورت باغات کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ہے ۔

فرمایا: ”یا یہ تو بتاؤ کہ کون ہے وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تمہارے لئے آسمان سے پانی اتارا اور اس کے ذریعہ ہم نے پر رونق باغات(حَدَآئِقَ ذَاتَ بَھۡجَۃٍ) اگائے ۔ تمہارے بس میں تو نہ تھا کہ تم ان کے درخت پروان چڑھاتے ۔ پس اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ نہیں بلکہ وہ نا انصافی کرنے والے لوگ ہیں۔“ (النمل :61)

بھجۃ الانظار السلطانی

قرآن کریم میں مستعمل اس مبارک نام کی طرح ”بھجۃ الانظار السلطانی“نام کا ایک خوبصورت باغ مجھے سلطنت عمان میں صحار شہر میں دیکھنے کا موقع ملا جوکہ دیوان آف رائل کورٹ افیئر کے ماتحت سلطان قابوس بن سعید کا ایک باغ ہے جس کی سیکیورٹی بہت سخت ہے۔صحار سلطنت عمان کا پرانا دارالحکومت ہے اور ایک اہم پورٹ ٹاؤن ہے صحار کو مشہور زمانہ ملاح (sailor) سند باد کی روایتی جائے پیدائش شمار کیا جاتا ہے۔

1981ء،1987ء کا زمانہ تھاجو میں نے خدا کے فضل سے سلطنت عمان میں گزارا جس کی خوشگوار یادیں ذہن سے محو نہیں ہوئیں پراجیکٹ کے کام کے ساتھ ساتھ مجھے سلطنت عمان اور متحدہ عرب امارات کی week ends پرسیاحت کا بھی موقع ملا۔

ابو ظھبی میں محمد سرور جاوید اور میں نے حلمی شافعی صاحب سے ملاقات بھی کی تھی جو ان دنوں نیوی کے کالج میں ملازم تھے بعد میں لندن میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ترجمان کے طور پر ایم ٹی اے کے پروگرام ”لقاء مع العرب“ میں آتے رہے اور عالمی شہرت پاگئے۔

صحار روڈز پراجیکٹ

صحار روڈ پراجیکٹ میں شہر کی اندرونی سڑکوں کے علاوہ سلطان قابوس بن سعید کے باغ جس کا نام بھجۃ الانظار السلطانی ہے کی اندرونی سڑکوں کا کام بھی شامل تھا ہمارے بڑے محدود سٹاف کو بھجۃ الانظار کے اندر جانے کے پرمٹ ملے میرا بھی پرمٹ تھا۔ بڑا خوبصورت باغ ہے کئی قسم کے درخت جیسے Eucalyptus اور پھلدار درخت کھجور انگوروں کی بیلیں آم کے درخت اور قسم قسم کے پھل اور پھول ہیں

اس دوران باغ کے اندر سلطان قابوس کا گیسٹ ہاؤس بھی دیکھنے کا موقع ملا وہاں دیوان آف رائل کورٹ افیئر کی طرف سے باقاعدہ ایک عمانی ڈائریکٹر مقرر تھا جس کی معاونت ایک مصری حسن نامی ایگریکلچر انجینئر کر رہا تھا۔ وہ میرا دوست بن گیا تھا اسی کی وساطت سے گیسٹ ہاؤس تک رسائی ہوئی میں نے دیکھا کہ گیسٹ ہاؤس کے دروازوں کے ہینڈل اور کھانے کی میز پر کراکری سونے اور چاندی کی ہےاگرچہ بنو امیہ، بنو عباس، مغلوں، حمدانیوں، عثمانیوں، صفویوں، قجریوں وغیرہ کے شاہی باغات سے کوئی نسبت ہی نہیں لیکن نام کے لحاظ سے جو قرآن کریم سے اخذ کیا گیا ہے ”بھجۃ الانظار“ کو ایک خاص امتیازی حیثیت حاصل ہے جو بہت کم لوگوں کو دیکھنا نصیب ہوا ہے۔

باغ میں داخل ہونے کے آداب

قرآن کریم میں باغ میں داخل ہونے کے آداب بھی سکھائے گئے ہیں فرمایا”اور جب تو اپنے باغ میں داخل ہوا توکیوں تو نے نہ کہا ”ماشاء اللہ لاقوۃ الاباللّٰہ“ (الکھف:18)

گویا یہ باغ میں داخل ہونے کی دعا ہے۔

عمانیوں کی روایتی مہمان نوازی

اس پراجیکٹ کی بہت اہمیت تھی لینڈ ایکوزیشن کا کام بھی نیسپاک کے ذمہ تھا900 کے قریب مکانات، اور دکانیں اور رہائشی اور ایگریکلچر پلاٹ جزوی طور پر متاثر ہو رہے تھے جن کے site plan ہم بناتے تھےاور منسٹری کے افسران کے ساتھ دورے کرتے تھےاور صحار کے والیٔ آفس میں آتے جاتے رہتے تھےاس لئے کافی حد تک پبلک ڈیلنگ ہو جاتی تھی اور بعض مقامی عمانیوں سے دوستی ہو گئی تھی۔

بعض عمانی عرب دعوت پر بھی بلا لیتے تھے چنانچہ ایک ٹریفک پولیس کے سینئر افسر نے دعوت پر بلایا ان کے دسترخوان پر ہر قسم کی نعمت تھی اور زور دے دے کر ہر چیز کھانے پر مجبور کرتے تھے۔

دیہاتی علاقوں میں تو مہمانوں کو گویا پیٹ پھاڑ کر کھلایا جاتا تھا ایک مرتبہ ایک اور روڈپراجیکٹ پر پہاڑی وادیوں میں مہمان نوازی کا اتفاق ہوا پہاڑ کے دامن میں Tented House تھے اور ان کا ایک Tent میں مشترکہ مہمان خانہ تھا ہم تین پاکستانی اور ایک ہمارے ساتھ مسقط سے عمانی سرکاری آدمی تھا بستی والوں نے قہوہ، بڑے بڑے پراٹھے اور شہد پیش کیا ابھی ہم کھا ہی رہے تھے تو ایک اور تھال کھانے کا آگیا بتایا گیا یہاں یہ رواج ہے کہ مہمان کو ہر گھر سے کھانا بھیجا جاتا ہے اور مہمان کو وہ کھانا کھانا پڑتا ہے۔ ہم نے کہا کہ ہمارا تو پیٹ بھر گیا ہے کہنے لگے آپ تو اجنبی ہیں آپ کو اس روایت کا علم نہیں ہوگا اس لئے آپ کو تو چھوڑ دیتے ہیں لیکن آپ کے ساتھ جو عمانی آیا ہے اسے نہیں چھوڑیں گے اسے ہر گھر سے آیا ہوا کھانا ضرور کھانا پڑے گا عجیب سماں تھا عمانی مہمان ہنس ہنس کر خیمے سے باہر بھاگ جاتا تھا اور میزبان اسے پکڑ کر اندر لے آتے تھے اور کہتے تھے کہ ابھی اور کھاؤ وہ کہتا ”انا متروس“ غالباً اس کا مطلب تھا میں بہت سیر ہو چکا ہوں لیکن وہ اسے پھر کھانے پر مجبور کرتے حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے افراط و تفریط سے منع فرمایا ہوا ہے ہم اس کشمکش سے بہت محظوظ ہوتے رہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کا منظوم عربی کلام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منظوم عربی کلام میں بھی ان مبارک الفاظ ”حدیقۃ بھجۃ“ کا استعمال نظر آتا ہے۔

آپؑ نے آنحضرت محمد رسول اللہﷺ کی مدح میں تحریر فرمایا۔

من ذکر وجھك یا حدیقۃ بھجتی
لم اخل فی لحظ و لا فی آن

یعنی اے میرے خوشی کے باغ آپ کے چہرے کی یاد سے میں ایک لحظہ اور آن کے لئے بھی خالی نہیں رہا۔

صحار میں جماعت کا قیام

صحار میں خدا کے فضل سے ہم نے باقاعدہ جمعہ کی نماز شروع کی سیالکوٹ کے کچھ لوگ فاسٹ فوڈ کا کام کرتے تھے ایک بنک مینیجر جاوید اقبال بھی احمدی مل گئے ایک اور بنک مینجر شاہد عمر قریب کے شہر شناص سے آجاتے تھے ربوہ کے ایک ڈرائیور عبدالجبار کنٹریکٹر فرم strabag میں کام کرتے تھے لکھنو کے ایک دوست بھی ہمارے ساتھ نماز پڑھنے لگےاس کے علاوہ پندرہ بیس کلو میٹر دور تک چند اور احمدیوں کو بھی pick کروا لیتے تھے ان سب کے ساتھ جمعہ اکٹھا پڑھنا شروع کیا اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے خطبہ کی کیسٹ جو ہمیں تین دن بعد مل جاتی تھی جمعہ پر مل کر سن لیتے تھے مسقط سے میں نے ایک colleague انجینئر ابراہیم نصر اللہ درانی کو بھی ٹرانسفر کروا لیا تھا اس طرح اچھی خاصی جماعت بن گئی اس سے پہلے سلطنت عمان میں صرف دو شہروں مسقط اور صلالہ میں جماعتیں قائم تھیں۔میرے بعد بھی وہاں جماعت قائم رہی اور چند سال بعد میرا چھوٹا بھائی بھی ایک Road Project پر صحار کے قریب پہنچ گیا اور اسے وہاں کا صدر نامزد کر دیا گیامیرا خیال ہے اب بھی وہاں جماعت قائم ہے اس دور کے خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے بعض خوشنودی کے خطوط بھی میرے ریکارڈ میں پڑے ہوئے ہیں اور یہ محض اللہ کا فضل ہے۔

برکات خلافت

میرا عمان میں ٹرانسفر ہو کر آنا اور کامیابی سے پراجیکٹس مکمل کروانا خلافت کی برکت سے تھا چھ سات سالوں میں میرے پاکستان اور عمان کے درمیان کم ازکم دس چکر لگے ہوں گے کئی لوگ سمجھتے تھے کہ میں پاکستان میں ہی ہوں ۔وہاں پر مجھے نیسپاک کے لئے بزنس پروموشن کی بھی توفیق ملی وہاں کی حکومت کے متعلقہ لوگ اور نیسپاک انتظامیہ میرے کام سے بہت خوش تھے یہی حسد فتنے کا باعث بنا۔

اندر اندر کترنے والے چوہے

جب میں پہلی مرتبہ مارچ 1981ء میں عمان جارہا تھا تو اس سے پہلے قصر خلافت اور پرائیویٹ سیکرٹری بلڈنگز کی تعمیراتی نگرانی کے لئے وقف عارضی کر رہا تھا آخری دن حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے زمینوں پر جاتے ہوئے شرف ملاقات عطا فرمایا حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد ناظر اعلیٰ اور صاحبزادہ مرزا لقمان احمد بھی ہمراہ تھے۔حضور کو علم تھا کہ میں مسقط عمان جا رہا ہوں مسکراتے ہوئے فرمایا ”وہاں اندر اندر کترنے والے چوہے تو نہیں“

اس وقت تو سمجھ نہ آئی لیکن جب صحار پراجیکٹ پر اپنے ہی colleagues نے فتنہ کھڑا کیا تو اس وقت اندر اندر چوہوں کے کترنے والی بات سمجھ آئی فتنہ کے دنوں میں اضطراری کیفیت میں جو خط میں نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو لکھا وہی خط حضور نے ایک نوٹ لکھ کر واپس بھجوا دیا کہ ”فکر نہ کریں میں دعا کر رہا ہوں اللہ تعالیٰ فضل کرے گا“

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فضل کیا میں وہاں بڑے باعزت طریقے سے وہ پراجیکٹ مکمل کروا کر واپس پاکستان آیا بلکہ maintenance period ختم ہونے کے بعد میں نے ہی واپس جاکر اس پراجیکٹ کی فائنل پینڈنگ اوور کروائی۔

یکم فروری 2020ء		طلوع	غروب
مکہ مکرمہ		05:42	18:10
مدینہ منورہ		05:46	18:06
لندن	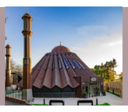	05:46	16:52
قادیان		05:58	18:01
ربوہ		05:38	17:41